دینی امور پر اجرت کا رد

آثار تابعین اور متقدمین فقہاء کی رائے کی روشنی میں

از

ابو شہریار

۲۰۱۵

www.islamic-belief.net

ابتدائیہ

یہ کتابچہ "دینداری یا دکانداری" پر پیشہ ور فرقہ پرست مولویوں کے اعتراض کے جواب میں لکھا گیا ہے- دین کو پیشہ بنانے پر ان کی جانب سے کی گئی تلبیسات کے مسکت جواب دے گئے ہیں اور حق کو واضح کیا گیا ہے - اہل علم و دانش اس کتابچہ سے آگاہ ہو سکتے ہیں کہ ہمارے اسلاف دین کو پیشہ بنانے کے خلاف تھے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی مقامات پر بتایا ہے کہ اس کے انبیا کسی سے مال نہیں لیتے نہ دنیا کو حاصل کرنے کے دلدادہ ہوتے ہیں - قرآن میں سورہ الھود میں آیت ۲۹ میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ

اے قوم میں تم سے مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے

واضح رہے کہ تعلیم قرآن دینا دینی فریضہ ہے جو سب پر فرض ہے اس کا اجر تو آخرت میں ہی ہے لیکن بعض دنیا کے رسیا اور میت بن کر یہ اجر عاجلہ میں ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں

ان واضح نصوص کے باوجود ابو جابر دامانوی لکھتے ہیں

قرآن کے سکھانے میں محنت کرنا پڑتی ہے لہذا اس محنت کے عوض مال و دولت (تنخواہ) لی جا سکتی ہے

(دینی امور پر اجرت کا جواز ۳۱)

عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي الدَّسْتُوَائِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي رَاشِدٍ الْحَبْرَانِيِّ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شِبْلٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " اقْرَءُوا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوا فِيهِ، وَلَا تَجْفُوا عَنْهُ، وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوا بِهِ "

عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

قرآن پڑھو اور اس میں غلو نہ کرو اور اس سے اعراض نہ کرو اور اس کے زریعے نہ کھاؤ اور نہ اس کے زریعے منافع حاصل کرو

عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر ابو جا بر دا مانوی لکھتے ہیں کہ

اعتراض

اس حدیث کے تمام رجال اگرچہ ثقہ ہیں لیکن اس کے باوجود اصول حدیث کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں - کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی يحيي ابن ابی کثیر الطا ئی ابو نصر الیمانی ہے جو ثقہ ثابت ہونے کے باوجود مدلس بھی ہے - (دینی امور پر اجرت کا جواز صفحہ ٥٤

راوی يحيي ابن ابی کثیر کا سماع ثابت نہیں صفحہ ٥٤

جواب : مسند احمد پر تحقیق کرنے والے شعیب الأرنؤوط اور ان کی تحقیقی کمیٹی لکھتی ہے

قلنا: قد ذكر هشام الدستوائي في إسناد الحاكم سماع يحيى بن أبي كثير من أبي راشد

ہم کہتے ہیں : ہشام الدستوائي نے حاکم کی سند میں راوی يحيي ابن ابی کثیر الطا ئی کی ابی راشد سے سماع کی تصریح کی ہے

اعتراض : لہذا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ روایت صحیح نہیں صفحہ ٥٦

جواب : مسند احمد پر تحقیق کرنے والے شعیب الأرنؤوط اور ان کی تحقیقی کمیٹی لکھتی ہے

قال ابن أبي حاتم في "العلل" 2/62-63: سألت أبي عن حديث رواه وهيب، عن أيوب، عن يحيى بن أبي كثير، عن أبي راشد الحبراني، عن عبد الرحمن بن شبل،

عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "اقرؤوا القرآن؟ " قال أبي: رواه بعضهم، فقال: عن يحيى، عن زيد بن سلام، عن أبي سلام، عن أبي راشد الحبراني، عن عبد الرحمن بن شبل، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كلاهما صحيح، غير أن أيوب ترك من الإسناد رجلين.

ابن أبي حاتم "العلل" 2/62-63:میں نے اپنے باپ سے حدیث رواہ وہیب، عن أیوب، عن یحیی بن أبي كثیر، عن أبي راشد الحبراني، عن عبد الرحمن بن شبل، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "اقرؤوا القرآن؟ " قال أبي: رواہ بعضهم، فقال: عن یحیی، عن زید بن سلام، عن أبي سلام، عن أبي راشد الحبراني، عن عبد الرحمن بن شبل، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا دونوں سندیں صحیح ہیں

لیکن ابو جابر دامانوی تحقیق مزید میں زبیر علی زئی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

اور پھر روایت کا صحیح مفہوم اس طرح بیان کیا ...**اس تحقیق کے بعد یہ روایت صحیح قرار پائی (صفحہ ۵۷)** ... کہ

اس حدیث کا مطلب ہے کہ قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کرنا اور بھیک مانگنا درست نہیں ہے ... اس حدیث کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ دم اور تعلیم القرآن وغیرہ پر اجرت نہ لی جائے

قارئیں آپ بھی ہماری طرح پریشان ہوں گے کہ اک طرف بڑے طمطراق کے ساتھ موصوف روایت پر جرح کر رہے ہیں اور آخر تین صفحات اس کی نذر کر کے روایت کو ضعیف بھی قرار دے دیا تو پھر اب پینترا کیوں بدلہ جا رہا ہے اور روایت کو صحیح قرار دے دیا - کیا یہ ضمیر کی ملامت ہے یا مولویانہ فنکاری

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

بہر حال روایت کو صحیح مان لیا اور اس کی تاویل کی کہ قرآن پڑھ کر بھیک نہ مانگو - حالانکہ حدیث میں قرآن کو ذریعہ معاش بنانے کی ممانعت آئی ہے - طحاوي اپنی کتاب مشکل آثار میں لکھتے ہیں کہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَغْلُوا فِيهِ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ» . فَحَظَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَعَوَّضُوا بِالْقُرْآنِ شَيْئًا مِنْ عِوَضِ الدُّنْيَا.

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی لگائی کہ قرآن کے ذریعہ اجر لیا جائے

عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب الصفہ میں سے چند لوگوں کو قرآن پڑھایا اور لکھنا سکھایا تو ان میں سے اک شخص نے مجھ کو اک کمان تحفے میں دی ۔ میں نے خیال کیا یہ کوئی مال تو ہے نہیں ، میں اللہ کی راہ میں تیر چلاؤں گا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور آپ سے پوچھ لوں گا لہذا میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے مجھ کو کمان تحفے میں دی ہے جس کو میں نے قرآن پڑھنا سکھایا تھا اور یہ مال تو ہے نہیں ۔آپ نے فرمایا اگر تم اس کو پسند کرتے ہو کہ آگ کا طوق پہنو تو اس کمان کو لے لو

ابو جابر دامانوی لکھتے ہیں

اسود بن ثعلبہ الکندی الشامی ہے جو مجہول ہے (صفحہ ۱۶۰ اعتراض)

جواب

مسند احمد پر تحقیق کرنے والے شعیب الأرنؤوط اور ان کی تحقیقی کمیٹی لکھتی ہے

وفي سنده الأسود بن ثعلبة وهو مجهول، لكن تابعه جنادة بن أبي أمية عند أبي داود (3417) وله شاهد بنحو عند ابن ماجه (2158) من حديث أبي بن كعب.

اس کی سند میں الأسود بن ثعلبة ہے جوکہ مجہول ہے - لیکن اس کی متابعت میں ابی داود میں جنادة بن أبي أمية ٣٤١٧ ہے اور اسی طرح اس کی شاہد حدیث أبي بن کعب کی ابن ماجہ کی حدیث ہے

سنن ابن ماجہ کی سند ہے
حدثنا سهل بن أبي سهل حدثنا يحيى بن سعيد عن ثور بن يزيد حدثنا خالد بن معدان حدثني عبد الرحمن بن سلم عن عطية الكلاعي عن أبي بن كعب قال علمت رجلا القرآن فأهدى إلي قوسا فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إن أخذتها أخذت قوسا من نار فرددتها.

اس کو البانی نے الإرواء (1493) میں صحیح قرار دیا ہے لیکن دامانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

اس کی سند میں عبد الرحمن بن سلم مجہول ہے اور عطیۃ الکلاعي میں أبي بن کعب انقطاع ہے

(دینی امور پر اجرت کا جواز ٦٤)

البانی نے إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل میں اس روایت پر بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ

أن الحديث بهذا الإسناد ضعيف , لكن له شاهدان من حديث عبادة بن الصامت , وأبى الدرداء , يرتقى الحديث بهما إلى درجة الصحة , وقد كنت خرجتهما فى سلسلة الأحاديث الصحيحة

حدیث اس سند سے ضعیف ہے لیکن اس کے دو شاہد حدیثیں ہیں حدیث عبادة بن الصامت , وأبي الدرداء جس کی وجہ سے یہ روایت صحت کے درجے پر آ جاتی ہے اور ان دونوں کی سلسلة الأحاديث الصحيحة میں تخریج کر چکا ہوں

اعتراض

اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں راوی بشر بن عبدللہ بن یسار ہے اور مقبول درجے کا راوی ہے

.. اس روایت کو بیان کرنے میں بشر منفرد ہے

جواب اس حدیث کو البانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے

بشار عواد معروف- تهذيب الكمال في أسماء الرجال میں الأسود بن ثعلبة الكندي الشامي کے ترجمے میں شعیب الأرنؤوط کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

والأسود بن ثعلبه مجهول، لكنه لم ينفرد به، فقد أخرجه أحمد 5 / 324، وأبو داود (3417) من طريقين، عن بشر بن عَبد اللَّهِ، بن يسار، حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ نُسَيّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عبادة بن الصامت وصححه الحاكم 3 / 356، ووافقه الذهبي.

اور الأسود بن ثعلبه مجہول ہے لیکن وہ اس کو روایت کرنے میں منفرد نہیں پس احمد نے 5 / 324 اس کی تخریج کی ہے اور ابی داوود نے (3417) اس کی تخریج کی ہے دو طرق سے عن بشر بن عَبد اللہ بن يسار، حَدَّثَني عُبَادَةُ بْنُ نُسَيّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عبادة بن الصامت اور اس کو صحیح قرار دیا ہے الحاکم 3 / 356 نے موافقت کی ہے الذہبی نے

نیز اس غیر معروف راوی نے حدثنی کہہ کر روایت کی ہے (دینی امور پر اجرت کا جواز ٦١)

غیر معروف راوی سے موصوف کی مراد ہے بشر بن عبد اللہ بن یسار الشامي السلمي

موصوف نے روایت کو رد کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلے ہیں پہلے کہا کہ بشر بن عبد اللہ بن یسار الشامي السلمي صدوق ہے پھر کہا غیر معروف ہے یعنی کسی بھی طرح روایت کو رد کیا جائے - حالانکہ یہ درست نہیں بخاری تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں (بحوالہ تاریخ دمشق

بشر بن عبد الله بن يسار الشامي السلمي سمع عبادة بن نسي سمع منه أبو المغيرة وإسماعيل بن عياش

بشر بن عبد الله بن يسار الشامي السلمي نے سنا ہے عبادة بن نسي سے اور ان سے سنا ہے أبو المغيرة اور إسماعيل بن عياش نے

بشر بن عبد الله بن يسار الشامي السلمي کو ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا ہے- المعجم الصغير لرواة میں ابن جرير الطبري لکھتے ہیں

بشر بن عبد الله بن بشار، والصحيح: بشر بن عبد الله بن يسار، السلمي، الشامي، الحمصي، وكان من حرس عمر بن عبد العزيز، من الخامسة، صدوق

بشر بن عبد الله بن بشار، اور صحیح نام ہے بشر بن عبد الله بن يسار، السلمي، الشامي، الحمصي، یہ عمر بن عبد العزیز کی حفاظت پر مامور تھے- پانچوے درجے میں ہیں صدوق ہیں

لہذا ثابت ہوا کہ بشر بن عبد اللہ بن یسار کی توثیق صرف ابن حبان نے ہی نہیں کی

اعتراض

اس طرح کی اک روایت أبي الدرداء رضی اللہ تعالیٰ سے بھی ہے لیکن امام البیہقی نے اس کے متعلق امام

دحیم رحمہ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ لیس لہ اصل

(دینی امور پر اجرت کا جواز از ابو جابر دامانوی)

جواب

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ , أنبأ أَبُو الْحَسَنِ الطَّرَائِفِيُّ قَالَ: وَفِيمَا أَجَازَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ عَنْ دُحَيْمٍ قَالَ حَدِيثُ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَقَلَّدَ قَوْسًا عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ

بیہقی نے سنن الکبری میں عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ نے امام دحیم کا قول بیان کیا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں

عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ (امام يحيىٰ ابن معين (المتوفى: 233ھ) کے شاگرد ہیں) عَبدُ الرَّحْمنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ دُحَيْمٌ (المتوفی ١٤٥ھ) سے کیسے سن سکتے ہیں کیونکہ دُحَيْمٌ جب بغداد پہنچے تو أبو زكريا يحيي بن معين تو طفل مکتب ہونگے

سنن ابن ماجہ پر تحقیق کرنے والے شعیب الأرنؤوط اور ان کی تحقیقی کمیٹی لکھتی ہے جو دار الرسالة العالمية سے شایع ہوئی ہے

وعن أبي الدرداء عند البيهقي 6/ 126. وقال ابن التركماني: إسناده جيد.

بیہقی میں ابی الدرداء ١٢٦/٦ کی روایت پر ابن التركماني نے کہا: اس کی سند جید ہے

ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاہد ہے اور اس میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ أَخَذَ قَوْسًا عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ قَلَّدَهُ اللهُ قَوْسًا مِنْ نَارٍ جس نے قرآن کی تعلیم پر کمان لی اس کو اللہ آگ کا قلادہ ڈالے گا

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا موذن مقرر کرو جو اذان پر اجرت نہ لے (احمد، ابی داود نسائی)

اگر اذان پر اجرت لینا منع ہے تو امامت کرنے نماز پڑھانے پر تو بدرجہ اتم پابندی ہونی چاہیے - ابو جا بر دامانوی رقم طراز ہیں کہ

جہاں تک امامت پر اجرت کا معاملہ ہے تو اس سلسہ میں احادیث میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے

دینی امور پر اجرت کا جواز صفحہ ٦٧

دامانوی صاحب نے روایت پر کوئی جرح نہیں کی لیکن سنن الکبریٰ بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں

اذان کے سلسلے میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ بھی ہے کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان پر چاندی کی بھری تھیلی عنایت فرمائی تھی (دینی امور پر اجرت کا جواز ٦٨)

بیہقی سنن الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ وَرُوِّينَا فِي حَدِيثِ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ حِينَ قَضَى التَّأْذِينَ فَأَعْطَاهُ صُرَّةً فِيهَا شَيْءٌ مِنْ فِضَّةٍ

اور ہم سے روایت کی گئی حَدِيثِ أَبِي مَحْذُورَةَ کہ نَبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اذان ختم ہونے کے بعد اور چاندی کی اک تھیلی دی

اس بے سند روایت کو بیہقی نے کس سے سنا بیہقی نے بتایا نہیں

بہر الحال یہ روایت ابن ماجہ ، مسند احمد ، سنن دارقطنی وغیرہ میں بیان ہوئی ہے جس کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے أَبِي مَحْذُورَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کے بعد بلایا اور نہ صرف ان کو چاندی کی تھیلی دی بلکہ ان کے لئے برکت کی دعا بھی کی کہ بَارَكَ اللهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے أَبِي مَحْذُورَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تھیلی اجرت کے طور پر دی اس کی کوئی دلیل نہیں - ساون کے اندھے کو ہرا ہرا ہی سوجھتا ہے - آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کچھ دیں وہ اجرت

کیوں ہے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحفہ کے طور پر کسی کو کچھ نہ دیا دوسرا کیا ہر موذن کو چاندی کی تھیلی دی - اس طرح تو روزانہ پانچ تھیلیاں تیار رکھنی ہوتی ہونگی جس کی دلیل سیرت میں نہیں

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظائف

ابو جابر دامانوی بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ صَدَقَةَ بْنِ مُوسَى الدِّمَشْقِيِّ، عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: «كَانَ بِالْمَدِينَةِ ثَلَاثَةُ مُعَلِّمِينَ يُعَلِّمُونَ الصِّبْيَانَ، فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَرْزُقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ كُلَّ شَهْرٍ

جناب وضین بن عطاءؒ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ہر معلم کو ہر ماہ پندرہ درہم تنخواہ دیا کرتے تھے

(دینی امور پر اجرت کا جواز ۵۰)

وَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ (المتوفی ۱۴۵ ھ) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیسے سن سکتے ہیں

کتاب الاموال از ابی عبید کے حوالے سے دامانوی صاحب لکھتے ہیں

کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعلیم قرآن پر وظائف مقرر کیے

کتاب الاموال از ابی عبید میں اس کی سند ہے

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ أنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَعْطِ النَّاسَ عَلَى تَعَلُّمِ الْقُرْآنِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ إِنَّكَ كَتَبْتَ إِلَيَّ »كَتَبَ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ أَنْ أَنْ أَعْطِ النَّاسَ عَلَى تَعَلُّمِ الْقُرْآنِ، فَتَعَلَّمَهُ مَنْ لَيْسَتْ لَهُ فِيهِ رَغْبَةٌ إِلَّا رَغْبَةَ الْجُعْلِ، «فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ أَعْطِ النَّاسَ عَلَى الْمُرُوءَةِ وَالصَّحَابَةِ

سعد بن إبراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کے لئے امام علی المدینی کہتے ہیں

قال علي لم يلق سعد بن إبراهيم أحدا من الصحابة

علی کہتے ہیں کہ سعد بن إبراہیم کی کسی صحابی سے ملاقات نہ ہوئی - سعد بن إبراہیم کی وفات ۱۲۷ ہجری کی ہے

دین کو پیشہ بنانے کے حق میں پیش کی جانے والی روایت کی صحیح تاویل

دم پر اجرت لینے والے روایت

امام بخاری الصحیح میں بابُ الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنَ الغَنَمِ روایت کرتے ہیں کہ

ابن عباس اور ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب سفر میں تھے - دوران سفر انہوں نے اک قبیلے کے پاس پڑاؤ کیا - صحابہ نے چاہا کہ قبیلہ والے ان کو مہمان تسلیم کریں لیکن قبیلہ والوں نے صاف انکار کر دیا - ان کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا

قبیلہ والوں نے اصحاب رسول سے ہی علاج کے لئے مدد طلب کی جس پر ایک صحابی نے سورہ الفاتحہ پڑھ کر سردار کو دم کیا اور وہ اچھا بھی ہو گیا - انہوں نے تیس بکریاں بھی لے لیں - صحابہ نے اس پر کراہت کا اظہار کیا اور مدینہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ نے قصہ سننے کے بعد کہا

إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

بے شک تم حق رکھتے تھے اس اجر پر جو تم نے کتاب اللہ سے حاصل کیا

دراصل یہ اک مخصوص واقعہ ہے اور اس کا تعلّق دم پر اجرت لینے سے نہیں بلکہ حق ضیافت لینے سے ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حکم دیا تھا - مزید یہ کہ اس واقعہ کو سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا حصہ بھی لگانے کو کہا حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے اور آپ نے دم بھی نہیں کیا تھا

صحابہ سفر میں تھے اور اس زمانے میں ہوٹل تو تھے نہیں کہ وہاں جا کر کھا پی لیتے . عربوں کی روایت کے مطابق قبیلہ والوں کا ضیافت نہ کرنا اک غلط عمل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مخصوص حالات پیدا کر کے قبیلہ والوں کو مجبور کر دیا کہ وہ مدد کریں - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حکم الہی تھا کہ اجر نہ لو لهذا قرآن کے اس حکم کی موجودگی میں حدیث خلاف قرآن نہیں ہو سکتی - نبی نے فرمایا قد أصبتم یعنی تم نے ٹھیک کیا

اس روایت کا دم کی اجرت پر جواز بھی نہیں بنتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ

وما ادرک انها رقیه

اور تم کو کیسے پتہ کہ یہ (سورہ) دم ہے

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ صحابہ کی اس حکمت پر آپ ہنسے

دامانوی صاحب نے مولویانہ فنکاری سے لکھتے ہیں کہ

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ یہ دم پر اجرت کا معاملہ تھا جس کی تصدیق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اس پر خوشی اور تعجب کا اظہار بھی فرمایا - رہا یہ اعتراض کہ یہ اجرت تھی تو اس کو تقسیم کرنے کا حکم

کیوں دیا گیا اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ کیوں لگایا تو یہ اعتراض نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے لہذا معترض کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرنا چاہیے صفحہ ٤٠ سے ٣٩ تک

نعوذ باللہ کیسا بے لگام جملہ ہے کاش یہ ہاتھ اس کو لکھتے وقت تھم جاتا افسوس کہ نفس پرستی اور شکم پروری کی وکالت نے اس مولوی کو کس مقام پر لا کھڑا کیا - موصوف کو پتا ہونا چاہیے کہ حدیث میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ لگایا تو اس سے ہی ظاہر ہے کہ آپ ابھی تک اس کا مطلب نہ سمجھ سکے جس چیز کو آپ تعجب کہہ رہے ہیں وہ تعجب نہیں جملہ تحسین ہے صحابی کی حکمت پر- کیا تعجب پر ہنسا جاتا ہے ؟

دامانوی صاحب نے لکھتے ہیں کہ

رہا یہ دعوی کہ صحابہ کرام نے دراصل ان قبیلہ والوں سے حق ضیافت وصول کیا تھا تو یہ نرا دھوکہ ہے اور اس کی کوئی دلیل ان روایات میں موجود نہیں (دینی امور پر اجرت کا جواز ٣٢)

جواب : صحیح مسلم میں ہے کہ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَلَمْ يُضِيفُوهُمْ

ہم نے ان سے ضیافت طلب کی لیکن انہوں نے مہمانداری نہیں کی

سنن الکبریٰ میں روایت میں موجود ہے کہ

أَنَّ رَهْطًا مِنَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا، فَنَزَلُوا بِحَيٍّ مِنَ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ،

أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اک گروہ سفر میں نکلا اور پہنچا عربوں کے قبیلہ پر پس ان سے مہمان نوازی چاہی

سنن دارقطنی میں ہے فَسَأَلْنَاهُمْ طَعَامًا فَلَمْ يُطْعِمُونَا وَلَمْ يُنْزِلُونَا

ہم نے ان سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے نہ کھانا دیا نہ پانی

بخاری میں ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بَابُ النَّفْثِ فِي الرُّقْيَةِ کے الفاظ ہیں

وَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَكُم شَيْءٌ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ، وَاللهِ إِنِّي لَرَاقٍ، وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدْ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنْ الْغَنَمِ،

انہوں (قبیلہ والوں) نے کہا: اے گروہ: ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے اور ہم نے تمام کوشش کی لیکن اس کو افاقہ نہیں ہوا تو کیا آپ کے پاس کوئی چیز ہے؟ پس بعض نے کہا ہاں لیکن اللہ کی قسم ہم نے ضیافت مانگی اور تم نے مہمان داری نہ کی تو میں دم نہ کروں گا جب تک تم ہمارے لئے کچھ نہیں دیتے پس ان کی بھلائی کے لئے (معاملہ طے ہوا) چند بکریوں پر

اگر دم کی اجرت لی گئی ہوتی تو قبیلہ والوں کو ان کی ترش روی کیوں یاد دلائی گئی - صاف صاف کہ دیا جاتا دم کی اجرت اتنی ہو گی

حدیث کے الفاظ ہیں
نَعَمْ، وَاللهِ إِنِّي لَرَاقٍ، وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدْ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا

ان الفاظ کا ترجمہ دامانوی صاحب اپنی کتاب دینی امور پر اجرت کا جواز کے صفحہ بارہ پر کرتے ہیں کہ
ایک صحابی نے کہا اللہ کی قسم میں اسے جھاڑ دوں گا لیکن ہم نے تم سے میزبانی کرنے کو کہا تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا اس لئے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا

حدیث کے الفاظ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلاً، کا واضح مطلب ہے جب تک آپ ہمارے لئے کچھ نہیں دیتے - چونکہ سیاق و سباق میں حق ضیافت کا ذکر ہے لہذا ان الفاظ سے کوئی اور مطلب کشید کرنے کی گنجائش نہیں چہ جائیکہ ان الفاظ کودم کی اجرت پر محلول کیا جائے

جو ترجمہ دامانوی صاحب نے پیش کیا ہے اس کے عربی الفاظ ہونے چاہییے حَتَّى تَجْعَلُوا لَی جُعْلاً یعنی مجھے نہیں دیتے اس کے بر عکس حدیث کے الفاظ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا میں جمع کا صیغہ ہے جو ظاہر ہے سب کی طرف سے مانگا گیا ہے نہ کہ صرف دم کرنے والے کی طرف سے

بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس پر تردد ہوا کہ کہیں یہ دم کی اجرت تو نہیں بن گئی لہذا سارا معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا - لیکن دین کا بنیادی اصول ہے انما الا عمال با النیات کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے لہذا جیسا کہ واقعہ تھا کہ صحابی نے حق ضیافت مانگا تھا نہ کہ دم پر اجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابی کی تالیف قلب کے لئے اپنا حصہ بھی لگوایا یہ بھی کہا کہ تم نے ٹھیک کیا - اس پس منظر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کہ بے شک تم حق رکھتے تھے اس اجر پر جو تم نے کتاب اللہ سے حاصل کیا کو سمجھنا مشکل نہیں

عقبة بن عامر کی روایت

بخاری بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ، وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم تھا

عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تَبْعَثُنَا، فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلاَ يَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا، فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ»

عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے رسول اللہ آپ ہمیں

بھیجتے ہیں اور ہم آتے ہیں اسی قوموں پر جو ہمیں نہیں مانتیں پس آپ کیا حکم کرتے ہیں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اگر تم اسی قوموں پر پہنچو اور وہ تم کو مہمان کے لیے جو ہونا چاہیے وہ دیں تو اس کو قبول کرو اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کو جو حق ضیافت تم کو دینا چاہیے وہ لو

اس پر دامانوی صاحب خامہ فرسائی کرتے ہیں کہ

ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ قبیلہ والوں نے ان کی ضیافت سے انکار کر دیا اگر ان لوگوں کو عُقْبَۃ بن عامر رضي الله عنہ کی روایت کا علم ہوتا تو یقینا ان لوگوں سے زبردستی حق ضیافت وصول کرتے (دینی امور پر اجرت کا جواز ۳۸)

دراصل عربوں میں کچھ معاملات پر اصول تے تھے جیسے ابن الدغنہ نے باوجود کافر ہونے کے ابو بکر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی حفاظت کا ذمہ لیا - اسی طرح مسافر کی مدد کرنا اور ضیافت کرنے کا بھی رواج تھا - قرآن میں ہی ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پاس انسانی شکل میں آنے والے فرشتوں کی ضیافت کا انتظام کیا حالانکہ وہ ان سے ناواقف تھے لیکن مسافر کو اس کا حق دینا معروف میں سے ہے- بخاری کے شارح ابن بطال کہتے ہیں کہ اہل علم کہتے ہیں کہ
الضيافة من مكارم الأخلاق کہ ضیافت کرنا مکارم الأخلاق میں سے ہے

دامانوی صاحب نے عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی روایت کی جو تاویل پیش کی ہے اس کے مطابق اصحاب رسول رضوان اللہ علیھم اجمعین کو قبیلہ والوں سے جنگ کرنی چاہیے تھی - اس طرح کا کوئی بھی واقعہ سیرت میں موجود نہیں لہذا یہ تاویل درست نہیں- کیا یہ ضروری ہے کہ حق ضیافت لینے کے لئے تلوار دراز کی جائے کیا اس کو حکمت سے حاصل نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ ابو سعید الخدری اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے

چونکہ دم والی روایت میں زمانے کا تعین نہیں لہذا عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی روایت کی روشنی میں صحیح بات یہی ہے کہ یہ سارا معاملہ حق ضیافت کا تھا

بخاری نے عقبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللہ عَنۡہُ والی روایت بابُ قِصاصِ الْمظْلُومِ إذَا وجدَ مالَ ظالِمِه میں بھی بیان کی ہے عینی عمدة القاري شرح صحیح البخاري میں وضاحت کرتے ہیں کہ

أَي: هَذَا بَاب فِي بَيَان حكم قصاص الْمَظْلُوم الَّذِي أَخذ مِنْهُ المَال إِذا وجد يَعْنِي: إِذا ظهر بِمَال الَّذِي ظلمه

یعنی یہ باب ہے مظلوم کے بدلے کے بارے میں کہ جب اسے وہ مال مل جائے جو اس سے لیا گیا تھا یعنی جس مال پر ظلم ہوا تھا وہ اس پر ظاہر ہو جائے

دم والے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے وہ موقعہ دیا جس کی بنیاد پر عقبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللہ عَنۡہُ والی روایت پر عمل ہوا

خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ کی مشکوک روایت

ابی داود میں اس کی سند ہے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ زَكَرِيَّا، قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرٌ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ عَمِّهِ

اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سورہ فاتحۃ سے دم کیا اور اجرت لی

یہ روایت معلول ہے کیونکہ ابن ابی حاتم نے اسکو العلل میں ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ

وَرَوَاهُ شُعبة ، عَنْ عبد الله بن أبي السَّفَر، عن الشَّعبي، عن خَارِجَة بْنِ الصَّلْت، عَنْ عمِّه، عَنْ أَنَسٍ هَكَذَا.

شُعبة نے بھی اس کو روایت کیا ہے لیکن اس میں خَارِجَة بْنِ الصَّلْتِ کے چچا نے انس سے اس کو بیان کیا ہے - لہذا یہ روایت متصل نہیں

طبقات خلیفۃ بن خیاط کے مطابق خارجۃ بن الصلت کے چچا کا نام عبد الله بن عنیز ہے نہ کہ عِلاَقَۃَ بْنِ صُحَارِ السَّلِيطِيِّ التَّمِيمِيِّ

وعم خارجة بن الصلت اسم عم خارجة: عبد الله بن عنيز بن عبد قيس بن خفاف, من بني عمر بن حنظلة, من البراجم.

- بعض نے چچا کا نام عِلاَقَۃَ بْنِ صُحَارِ السَّلِيطِيِّ التَّمِيمِيِّ بتایا ہے

بعض نے العلاء بن صحار اور علاثۃ بْن صحار بھی کہا ہے دیکھئے أسد الغابۃ في معرفۃ الصحابۃ

شُعبۃ کی روایت کے مطابق خَارِجَۃَ بْنِ الصَّلْتِ کے چچا نے اس کو انس رضی الله تعالیٰ عنہ سے سنا ہے اور خَارِجَۃَ بْنِ الصَّلْتِ کے چچا صحابی رسول ہیں اس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی اور دلیل بھی نہیں

آخر میں یہی کہیں گے اب بھی وقت ہے یاد کرو

وَيَا قَوْمِ لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالاً إِنْ أَجْرِيَ إِلاَّ عَلَى اللّهِ

اے قوم میں تم سے مال نہیں مانگتا میرا اجر تو الله کے پاس ہے

دامانوی نے قرآن کی ان آیات سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنی اسی ۸۰ صفحے کی کتاب دینی امور پر اجرت کا جواز کے آخر میں صفحہ ۷۷ پر کچھ گول مول باتیں لکھ کر ان کو انبیا کی خصوصیت گردانہ ہے - کیا علماء امّت اس حکم سے بری ہیں ؟ ذرا سوچیے

دینی امور پر اجرت اور آثار تابعین

دینی امور پر اجرت کا ایک صاحب دفاع کرتے ہیں

معاویہ بن قرہ(تابعی) فرماتے ہیں:"إني لأرجو أن يكون له في ذلک خير" مجھے امید ہے کہ اس میں اس کے لئے اس میں اجر ہوگا (مسند علی بن الجعد : ۱۱۰۴ وسندہ صحیح)

مسند علی بن جعد کی سند روایت ۱۱۰٤ میں الفاظ إني لأرجو أن يكون له في ذلک أَجْرٌ نہ کہ إني لأرجو أن يكون له في ذلک خير میں ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، نا ابْنُ مَهْدِيٍّ، نا شُعْبَةُ قَالَ: سَأَلْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ قُرَّةَ عَنْ أَجْرِ الْمُعَلِّمِ، فَقَالَ: «إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ لَهُ فِي ذَلِكَ أَجْرٌ

اس اثر میں بیان ہوا ہے کہ مُعَاوِيَةَ بْنَ قُرَّةَ تابعی کی رائے میں معلم کے لئے امید ہے کہ اجر ہے

اس کے بعد کہتے ہیں

«وَسَأَلْتُ الْحَكَمَ، فَقَالَ: «مَا سَمِعْتُ فَقِيهًا، يَكْرَهُهُ

میں نے حکم بن عتیبہ سے معلم کے اجر کے بارے میں سوال کیا پس انہوں نے کہا میں نے کسی فقیہ کو نہیں سنا جو اس سے کراہت کرے

ان آثار میں کہیں بھی یہ بیان نہیں ہوا کہ تعلیم قرآن پر اجر جائز ہے . کیا یہ کسی ہنر کی تعلیم کے لئے نہیں کہا جا سکتا

أبو بكر بن أبي شيبة المتوفى: ۲۳۵ ھ کتاب الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار میں روایت کرتے ہیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِيَاسٍ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ قَالَ: كُنْتُ نَازِلًا عِنْدَ عَمْرِو بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ , فَلَمَّا حَضَرَ رَمَضَانُ جَاءَ رَجُلٌ بِأَلْفَيْ دِرْهَمٍ مِنْ قِبَلِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: إِنَّ الْأَمِيرَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: إِنَّا لَمْ نَدَعْ قَارِئًا شَرِيفًا إِلَّا وَقَدْ وَصَلَ إِلَيْهِ مِنَّا مَعْرُوفٌ , فَاسْتَعِنْ بِهَذَيْنِ عَلَى نَفَقَةِ شَهْرِكَ هَذَا , فَقَالَ عَمْرٌو: " اقْرَأْ عَلَى الْأَمِيرِ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ: إِنَّا وَاللَّهِ مَا قَرَأْنَا الْقُرْآنَ نُرِيدُ بِهِ الدُّنْيَا , وَرَدَّهُ عَلَيْهِ

عمر بن ایوب کہتے ہیں کہ ہم کو مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ نے بتایا کہ ہم عمرو بن نعمان بن مقرن کے ہاں آئے پس جب رمضان آیا تو ایک آدمی مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ کی طرف سے ایک ہزار درہم لے کر آیا اور کہا کہ امیر آپ کو سلام کہتے ہیں اور ہم کو کوئی اچھا قاری نہیں ملا پس مدد کیجئے اور اس مہینے کا نفقہ یہ ہے اس پر عمرو بولے کہ اپنے امیر کو سلام کہو اور اللہ کی قسم ہم دنیا لینے کے لئے قرآن نہیں پڑھیں گے

مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ نے تو قرآن کو دینا کمانے سے علیحدہ کر دیا

موصوف لکھتے ہیں

حکم بن عتیبہ (تابعی صغیر) رحمہ اللہ فرماتے ہیں :"ما سمعت فقیھاً یکرھہ" میں نے کسی فقیہ کو بھی اسے (اجرتِ معلم کو) مکروہ (کراہتِ تحریمی) قرار دیتے ہوئے نہیں سنا۔ (مسند علی بن الجعد : ۱۱۰۵ و سندہ صحیح)

موصوف مزید لکھتے ہیں

ابو قلابہ (تابعی) رحمہ اللہ تعلیم دینے والے معلم کی اجرت (تنخواہ) میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۲۰ ح ۲۰۸۲۴ وسندہ صحیح)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: «سَأَلْتُ أَبَا قِلَابَةَ عَنِ الْمُعَلِّمِ يُعَلِّمُ، وَيَأْخُذُ أَجْرًا، فَلَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا»

خالد الْحَذَّاءِ کہتے ہیں میں نے ابی قلابہ سے سوال کیا کہ معلم تعلیم دے اور اجرت لے تو ان کے نزدیک اس میں برائی نہیں

اس اثر میں بھی تعلیم کا ذکر ہے. کیا صرف عربی پڑھانا تعلیم نہیں ہو سکتا کیا ضروری ہے کہ اس اثر کو تعلیم قرآن سے متعلق سمجھا جائے

موصوف مزید لکھتے ہیں

طاؤس رح (تابعی) بھی اسے جائز سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ایضاً، ح : ۲۰۸۲۵ وسندہ صحیح :۴۰

ابن ابی شیبہ میں طاؤس کے یہ الفاظ بھی ہیں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ «أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُعَلِّمَ بِشَرْطٍ»

طاؤس اس سے کراہت کرتے تھے کہ معلم (تعلیم) پر شرط رکھے

لیکن یہاں تو مولوی حضرات قرآن کے ریٹ لگا کر بیٹھے ہیں

پانچ سو روپے سے لے کر پانچ ہزار روپے تک کا قرآن پڑھا جاتا ہے. پانچ سو روپے والی قرآن خوانی میں مدرسے کے طلبہ قرآن پڑھتے ہیں. پانچ ہزار والے میں قاری صاحب قرات سے پڑھتے ہیں. جہاں پیدائش پر کان میں اذان دینے سے لے کر نکاح پڑھانے تک کی اجرت لی جاتی ہو وہاں ان آثار کو پیش کرنا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے

موصوف لکھتے ہیں

ابراہیم نخعیؒ (تابعی صغیر) فرماتے ہیں کہ: "کانوا یکرھون أجر المعلم" وہ (اگلے لوگ، سلف صالحین) معلم کی اجرت کو مکروہ (کراہتِ تنزیہی) سمجھتے تھے ۔ (مسند علی بن الجعد: ۱۱۰۶ و سندہ قوی)

اس پر استدراک کرتے ہوئے امام شعبہ بن الحجاجؒ امام ابو الشعثاء جابر بن یزیدؒ (تابعی) سے نقل کرتے ہیں کہ: بہتر و افضل یہی ہے کہ تعلیم و تدریس کی اجرت نہ لی جائے تاہم اگر کوئی شخص اجرت لے لیتا ہے تو جائز ہے ۔

مسند علی بن الجعد میں الفاظ ہیں

شُعْبَةُ نے یہ الفاظ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ سے نقل کیے ہیں نہ کہ جابر بن یزید سے. شُعْبَةُ کہتے ہیں

قَالَ شُعْبَةُ: قَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ: لَا بَأْسَ بِهِ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ

کوئی برائی نہیں اگر اجرت نہیں لیتا

جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ نے یہ کہاں کہا ہے کہ تاہم اگر کوئی شخص اجرت لے لیتا ہے تو جائز ہے. مسند علی بن جعد میں یہ الفاظ تاہم اگر کوئی شخص اجرت لے لیتا ہے تو جائز ہے موجود نہیں ہیں. تابعین کے منھ میں اپنے الفاظ ڈالنے کا یہ انداز کسی فنکاری سے کم نہیں

ابن ابی شیبہ کے مطابق

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: «كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يَأْخُذُوا عَلَى الْغِلْمَانِ فِي الْكُتَّابِ أَجْرًا»

ابراہیم نخعیؒ اس سے کراہت کرتے تھے کہ لڑکوں کو پڑھانے پر اجر لیا جائے

لیکن ہمارے مدرسے تو اسی بنیاد پر فنڈ لے رہے ہیں کہ وہ نو عمر طلبہ کو پڑھا رہے ہیں

ابن ابی شیبہ کے مطابق اصحاب رسول اس سے سخت نفرت کرتے تھے کہ اجر دیا جائے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: «يُكْرَهُ أَرْشُ الْمُعَلِّمِ فَإِنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَكْرَهُونَهُ وَيَرَوْنَهُ شَدِيدًا»

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْأَنْصَارِيِّ کہتے ہیں کہ میں معلم کی اجرت سے کراہت کرتا ہوں کیونکہ بے شک اصحاب رسول اس سے کراہت کرتے تھے اور اس کو شدید برا دیکھتے تھے

تابعین تو قرآن لکھنے تک کی قیمت نہیں دینا چاہتے تھے سنن سعید بن منصور کے مطابق

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ عَنْ كُتَّابِ الْمَصَاحِفِ بِالْأَجْرِ، قَالَ: كُره كِتَابَتُهَا، وَاسْتِكْتَابُهَا، وبيعها، وشراؤها.

امام ابن سیرین سے مہدی نے سوال کیا کہ کیا مصحف کی کتابت پر اجر لیا جائے تو انہوں نے کہا اس سے کراہت کرتا ہوں کہ کتابت پر خریدا اور بچا جائے

سنن سعید بن منصور کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، قَالَ: سَأَلْتُ شُرَيْحًا، وَمَسْرُوقًا، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ بَيْعِ الْمَصَاحِفِ، فَقَالُوا: لَا تَأْخُذْ لِكِتَابِ اللَّهِ ثَمَنًا.

شُریح، ومسروق اور عبداللہ بن یزید سے قرآن خریدنے کا سوال ہوا پس کہا کتاب اللہ پر ایک کوڑی نہ لو

سنن سعید بن منصور کی روایت ہے

سَعِيدٌ، قَالَ: نا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرَادَ عَلْقَمَةُ أَنْ يَكْتُبَ حدثنا مُصْحَفًا، فَكَرِهَ أَنْ يُعْطِيَ عَلَى كِتَابَتِهِ أَجْرًا، فَاشْتَرَى وَرَقَهُ ومِداده ، وَمَا يَنْبَغِي، وَأَعْطَاهُ بعضَ أَصْحَابِهِ، فَكَتَبَهُ له.

ابراہیم کہتے ہیں علقمہؒ نے قرآن کی کتابت کا ارادہ کیا لیکن اس کو مکروہ جانا کہ کسی کو اس پر اجرت دیں لہذا اوراق اور دوات خریدی اور اپنے بعض اصحاب کو دی کہ لکھ دیں

اگر لکھنے کی قیمت پر اتنی احتیاط ہے تو پھر تعلیم قرآن پر کتنی ہو گی

ایک طرف تو سلف صالحین کی اتنی احتیاط ہے اور دوسری طرف مولوی حضرات کو طرز عمل. امت پر جو کام فرض ہیں مولوی صاحب اس کی بھرپور اجرت لے رہے ہیں . انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک مولوی حضرات کو اجرت دینی ہے ورنہ عاقبت خراب ہونے کا اندیشہ ہے مختصرا

پیدائش پر کان میں اذان

پانچ وقت کی نماز

اذان

درس و تقریر

ناظرہ

تجوید

نکاح

جنازے کی نماز

قرآن خوانی

نعت کی محفل

امت کو گمراہ کرنے کے لئے یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ دینی امور کی اجرت نہ لیں تو علماء کہاں جائیں ؟ اصل میں یہ سازش ہے کہ علماء کو بھوکا مار دیا جائے. افسوس ان شکم پروروں کی منفی سوچ پر ! کیا جو رزق حرام ہے وہ ان علماء کی عبادت ور دعاؤں کو زنگ کی طرح چاٹ نہیں رہا؟ حدیث میں آتا ہے جو جسم حرام مال پر پلا ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی. آج مسجدوں میں طویل دعا ہوتی ہے لیکن امت کی بربادی کے آثار کم نہیں ہوتے بلکہ روز بروز بڑھتے ہی جا رہے ہیں . اگر امام کی عبادت میں نقص ہو تو مقتدی بھی ناقص عبادت کر رہے ہیں. امت کو عمل کی فضیلت کا بتایا جا رہا ہے اور عقیدے کی خرابی کو فروعی مسئلہ قرار دیا جاتا ہے. اپنے مسلک کا دفاع کیا جاتا ہے اور اس کو امت کے لئے رحمت کہا جاتا ہے لیکن ان مختلف فرقوں میں اگر کوئی ایجنڈا یکساں ہے تو صرف یہ کہ دینی امور پر اجرت کا بھر پور دفاع کیا جائے اور عوام کو عمل کی فضلیت کی پٹی پڑھائی جائے

مسلک پرست اپنے مسلک کا دفاع کرنے کے لئے کسی بھی حد کو عبور کرنا چاہتے ہیں ان کی راہ میں کمان والی روایت سب سے بڑی رکاوٹ ہے لہذا اس کو ضعیف قرار دینا ان کے لئے ضروری ہے چناچہ اس روایت کے حوالے سے شکوک و شبہات پھیلاتے رہتے ہیں.

عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ کی کمان والی روایت دو سندوں سے اتی ہے .اس کی ایک سند میں مغیرۃ ابن زیاد ہے

تنقیح الرواۃ تخریج المشکواۃ ص ١٩٦ جلد ٢ کے مطابق

وفي اسناد الحديث مغيرة ابن زياد مختلف فيه وثقه وكيع ويحيي ابن معين وتكلم فيه جماعة والستنكر احمد حديثه وقال ابوزرعة لا يحتبح بحديثه وناقض الحاكم فصح حديثه في المتدرك واتهمه في موضع اخر فقال يقال انه حد عن عبادة ابن نسي بحديث موضوع

اس روایت کے دو طرق ہیں ایک میں مغیرہ بن زیاد ہے جبکہ دوسرے میں وہ نہیں ہے

حاکم نے تلخیص میں اس کو اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذھبی نے مغیرہ کو کہا

قلت: فيه مغيرة بن زياد وهو صالح الحديث

اس روایت کو أَبِي الدَّرْدَاءِ بھی بیان کرتے ہیں جس کے راوی ثقہ ہیں اور کوئی مجھول بھی نہیں

مسند الشامیین کی روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ جَرِيرٍ الصُّورِيُّ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْمُهَاجِرِ الْمَخْزُومِيُّ، ثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ لِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ: أَدِّبْ وَلَدِي فَإِنِّي مُعْطِيكَ , قُلْتُ كَيْفَ بِذَلِكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَقَدْ حَدَّثَتْنِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ يَأْخُذُ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ قَوْسًا قَلَّدَهُ اللَّهُ قَوْسًا مِنْ نَارٍ»

اسماعیل بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے مجھ سے کہا کہ ان کے بیٹے کو ادب سکھاؤں اور وہ اس پر اجر دین گے میں نے پوچھا کیسے یہ ہو سکتا ہے ؟ جبکہ أُمُّ الدَّرْدَاءِ نے أَبِي الدَّرْدَاءِ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے قرآن کی تعلیم پر کمان لی اس کو آگ کی کمان پہنائی جائے گی

یہ ہے تابعین کا طرز عمل، خلیفہ مال بھی دینا چاہ رہا ہے لیکن انکار کرتے ہیں

آخر میں موصوف قرآن کی آیات اور حدیث کی بھونڈی تاویل کرتے ہیں

موصوف لکھتے ہیں کہ قرآن کی آیات

﴿لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ اور ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًاقَلِيْلًا﴾ وغیرہ آیات کا مفہوم ہے کہ اجرتِ تبلیغ یعنی جو تبلیغ فرض ہے اس پر اجرت لینا

نیز دیکھئے "دینی امور پر اجرت کا جواز" ص ۷۶

حدیث اقرؤا القرآن ولا تأكلوابه وغیرہ کا موصوف مطلب کرتے ہیں

قرأت قرآن پر اجرت (یعنی نمازِ تراویح میں قرآن سنا کر اجرت لینا) یہی مطلب و مفہوم ہے

دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص ۴۰۰ اباب فی الرجل یقوم الناس فی رمضان فیعطی، ح ۷۷۴۲

حدیث قرآن پڑھو لیکن اس کو کھانے کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ میں عموم بیان ہوا ہے لہذا اس کو مخصوص کرنے کی کوئی دلیل نہیں

انہی کے ہم مسلک رفیق طاہر لکھتے ہیں

پیغمبر کہہ رہے ہیں کہ ہم تم سے مطالبہ نہیں کرتے، اور اگر تم دے دو تو پھر؟ یہ تو نہیں کہا کہ پھر بھي نہیں لیں گے۔ مطالبہ کرنے کي نفي کي ہے ۔ اجرت لینے کي نفي نہیں کي

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے

ما أعطيك من غير اسراف فخذہ" جو تجھے اپنے آپ دیا جارہا ہو، اسے لیا کر۔ "فتمولہ" اس کو اپنا مال بنا۔

صحيح بخاري كتاب الأحكام باب رزق الحكام والعاملين

یعنی اگر کوئی جیب میں پیسے ڈال دے تو لے لیا کرو . مولوی حضرات کا مٹھی گرم کرنے کا فارمولا بھی خوب ہے. ایک طرف تو اذان اور امامت کے ریٹ ہیں اوردوسری طرف یہ انکساری

اہل کتاب کی طرح آیات کو اپنے سیاق و سباق سے نکل کر پیش کرنا یہی ہے . صحیح بخاری میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ایک عامل کو مال دیا اس نے اس پر کراہت کی اور کہا کہ مجھ سے زیادہ محتاج کو دے دیں. تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنایا کہ

خذه، فتموله، وتصدق به، فما جاءك من هذا المال وأنت غير مشرف ولا سائل فخذه، وإلا فلا تتبعه نفسك

اس مال کو لو اور استعمال کرو اور صدقہ کرو پس اس مال میں جو ملے جس کے پیچھے تم نہیں بھاگتے اس کو لے لو

موصوف لکھتے ہیں

وہ حکومت کي طرف سے مقرر شدہ عامل ہوتے تھے۔گورنر ہوا کرتے تھے، ان کو بیت المال سے تنخواہیں دي جاتي تھیں، اجرتیں دي جاتي تھیں۔ تو اپني جہالت اور لاعلمي کي بناء پر انھوں نے خوامخواہ کا اعتراض کیا ہوا ہے۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق موصوف مان گئے کہ عاملین کی تنخواہ ہے. لیکن کیا یہ گورنمنٹ کے کام کا اجر ہے یا عبادت کا. ظاہر ہے کہ کام کی اجرت لی جاتی تھی اور عبادت پر نہیں

یہ اپنی نمازیں بیچنے والے، اذانیں بیچنے والے کہاں کے عامل (گورنر) ہیں؟

الشوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے اجرت کی دلیل لی ہے انہوں موذن کو عامل کے طور پر لیا ہے

فَقَاسَ الْمُؤَذّنَ عَلَى الْعَامِلِ، وَهُوَ قِيَاسٌ فِي مُصَادَمَةِ النَّصِّ

مُؤَذّنِ کو عامِلِ قیاس کیا ہے، اور یہ قِیَاسٌ النَّصِّ سے متصادم ہے

مزید یہ کہ اگر اس کو دلیل مان لیا جائے تو پھر مخصوص ہو گیا کہ عاملین کو ہی ملے گا

پھر دم والی روایت کو پیش کیوں کرتے ہیں

اس میں تو دم کی اجرت سب کو دی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو موجود بھی نہیں تھے ان کا حصّہ بھی لگایا گیا، سارے قافلے کا حصہ لگایا ۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دم کرنے والے کو ملے ان کے قافلے کے امیر کو ملے

امام بخاری نے باب باندھا ہے

باب إثم من راءى بقراءة القرآن أو تأكل به أو فخر به

اس کے گناہ کا باب جو قرآن کی قرات کرے اور اس پر کھائے اور فخر کرے

امام بخاری قرآن کو اجرت لینے کے لئے نہیں سمجھتے یہی وجہ ہے کہ یہ باب قائم کیا

مال فيے اور خمس

ایک اہل حدیث عالم لکھتے ہیں

مَّا أَفَاءَ اللَّـهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّـهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ﴾ الاية (الحشر)

’’ بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا قرابت والوں کا اور یتیموں ، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے ،تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقینا اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔‘‘ ۔ نیز مالِ غنیمت کے خمس سے پانچواں حصہ رسول اللہ کے لیے مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّـهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ﴾ الآیۃ (الانفال)

[’’ جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اوررسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔‘‘]۔

وفد عبدالقیس والی حدیث میں ہے: " وأَنْ تُعْطُوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ " ’ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
’’میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو اللہ پر ایمان لانا کیسا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا ، زکوٰۃ دینا اور غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا، پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔

مال فئے اور خمس میں اللہ کے نبی کا حصہ ، اجرت نہیں بلکہ اللہ کا انعام تھا۔ اس مال میں حصہ یتیموں مسکینوں اور قربت داروں کا بھی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ جہاد میں شریک ہوں بلکہ افادہ عامہ کے تحت ان کو خرچ کیا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست کی بقاء اور استحکام کے لئے زکاۃ ، خمس وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔ نماز حج اذان پر اجرت کا اس سے کیا تعلق.

دم کو علاج کی مد میں لیتے ہوئے بعض فقہاء نے اس پر اجرت کو جائز کہا ہے (مثلا ابن حزم ، نووی وغیرھم) لیکن اس سے اذان ، نماز اور طاعات پر اجرت جائز نہیں ہوتی. عصر حاضر میں ان مخصوص واقعات سے مطلقا دینی امور پر اجرت کو جائز قرار دیا جاتا ہے جو صحیح نہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق دے

احناف اور دین پر اجرت

المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: 593ھ) كتاب الهداية في شرح بداية المبتدي

میں لکھتے ہیں

قال: "ولا الاستئجار على الأذان والحج، وكذا الإمامة وتعليم القرآن والفقه" والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا.

اور (ہم احناف کے نزدیک) اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ اور اصل میں ہر وہ کام جو مسلمانوں سے مخصوص ہے اس پر اجر جائز نہیں.

عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي (المتوفى: 743 ھ) کتاب تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ میں لکھتے ہیں کہ

قَالَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - (وَالْفَتْوَى الْيَوْمَ عَلَى جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ) وَهُوَ مَذْهَبُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ مَشَايِخِ بَلْخٍ

اور آج فتوی، تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کا ہے جو متاخرین میں سے بلخ کے مشائخ کا

س کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ **لأنه ظهر التواني في الأمور الدينية** کہ دنیا کے امور ان کو **الْيَوْمَ فَذَهَبَ ذَلِكَ كُلُّهُ وَاشْتَغَلَ الْحُفَّاظُ بِمَعَاشِهِمْ وَقَلَّ مَنْ يَعْلَمُ حِسْبَةً** مصروف رکھتے ہیں اور

لوگ اپنی معاش میں مصروفیت کی وجہ سے علم سے دور ہو گئے افسوس کہ تمام انبیاء بکریاں ہی چراتے رہ گئے ، صحابہ بھی محنت مزدوری کرتے رہے تابعین قرآن خود ہاتھ سے لکھتے رہ گئے

مولوی حضرات کہتے ہیں آج دینی فرائض انجام دینے والے مسلمانوں کے دینی امور نمٹا رہے ہیں اور اس وقت کا حق الخدمت لے رہے ہیں . دینی امور پر اجرت کے دفاع میں روایت پیش کی جاتی ہے کہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، فرمانے لگے، میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار، میرے اہل وعیال کا خرچہ بخوبی پورا کرتا ہے۔ اور اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مصروف ہو گیا ہوں، اب ابوبکر کے اہل و عیال اس مال (بیت المال) سے کھائیں گے اور وہ مسلمانوں کے امور نمٹائیں گے۔

(صحیح بخاری، ص: 278 ج: 1)

حالانکہ امور مملکت چلانا ایک اہم ذمہ داری ہے. ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے سے پہلے معاش میں مصروف رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن بھی آپ تجارت کی غرض سے گئے ہوے تھے . ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار، میرے اہل وعیال کا خرچہ بخوبی پورا کرتا ہے وہ چاہتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی امور پر کوئی اجر مانگ سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا. ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیت المال سے کچھ لینا خلیفہ کا حق تھا. اگر یہ تاویل درست ہوتی تو پھر سارے صحابہ کہتے کہ ماہانہ تنخواہ ہم کو بھی بیت المال سے دی جائے کیا ہم دین کی خدمت نہیں کر رہے

امام ابو حنیفہ دینی امور پر اجرت کے خلاف تھے اس کی تاویل ایک صاحب اس طرح کرتے ہیں

لیکن یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ سلف صالحین اور امام ابو حنیفہ (رح) کے زمانے میں علمائ اور ارباب افتائ کو اپنی ضروریات کی تکمیل اور زندگی گزارنے کے لئے بیت المال کی جانب سے وظائف، جاگیریں اور بڑی اعانتیں مقرر تھیں جس سے فراخی اور وسعت کے ساتھ ان کی

ضروریات پوری ہو جاتی تھیں، خلافت راشدہ کے اختتام، مملکت کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور ہولناک نیز خداناترس بادشاہوں کے علمائ سے استغنائ کی بنائ پر یہ صورت ختم ہوگئی اور ان کے لئے بظاہر اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے کوئی سہارا باقی نہ رہا۔

اس بے دلیل بات کی کیا سند ہے. اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہ فتویٰ دیتے وقت صرف اپنا فائدہ دیکھتے تھے کیا ان کو یہ خیال نہ آیا کہ اتنی وسیع اسلامی مملکت میں ایسے لوگ بھی ہونگے جو خدمت دین کر رہے ہونگے اور ان کو کوئی وظیفہ بھی نہیں ملتا ہو گا؟

حقیقت میں یہ دعوی سراسر دجل ہے کیونکہ یہ وہ کہہ سکتا ہے جس نے فقہ کی کتابوں کو نہ دیکھا ہو. فقہ حنفیہ کی کتابوں میں دلیل کمان والی روایت سے ہی لی گئی ہے اور اس کو ہی بنیاد بنایا گیا ہے

اجرت کی اجازت پر ایک صاحب لکھتے ہیں

وہ صرف تعلیم قرآن کی حدتک تھی، جیسا کہ صاحب کنز جو ساتویں صدی کے ہیں اور صاحب ہدایہ جو چھٹی صدی کے ہیں کی آرائ سے معلوم ہوتا ہے، پھر مختصر وقایہ کے مصنف نے جن کی وفات ۷۴۷ھ میںنے تعلیم فقہ پر اجرت کو جائز قرار دیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ امامت، اذان اور ہر قسم کی دینی تعلیم کے لئے اجرت لینا درست اور جائزقرار پایا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تقریبا سات سو سال تک اجرت لینے کی مخالفت کی جاتی رہی

ابو جابر دامانوی ان تمام تاریخی شواہد سے انحراف کرتے ہوئے کتاب دینی امور پر اجرت کا جواز ص ٣٤ پر دعوی کرتے ہیں

ظاہر ہے کہ جب علماء قرآن وحدیث کے دروس چھوڑ کر دنیا کی طرف راغب ہو جائیں گے اور دین کی تعلیم دینے والا کوئی باقی نہ رہے گا تو اس طرح دنیا سے قرآن وحدیث کے علوم کے سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ یکسر ختم ہو جائے گا اور یہود ونصاریٰ یہی کچھ چاہتے ہیں جبکہ قرآن و حدیث کی تعلیم ایک اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے اور اس کے سکھانے والے اجر عظیم کے مستحق ہیں اور جن حضرات کے پاس دنیاوی وسائل موجود ہوں اور وہ صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے دینی علوم کی تعلیم دیں تو ان کے کیا کہنے البتہ جن کے پاس یہ وسائل موجود نہ ہوں تو اسلام ایسے مخلص علماء کرام کو بھوکا پیاسا مارنا نہیں چاہتا بلکہ ایسے علماء کی کفالت اسلامی حکومت کا کام ہے کہ وہ ایسے علماء کرام بلکہ ایسے تمام دینی اداروں کی بھی کفالت کریں اور ماضی میں یہ کام اسلامی حکومتیں ہی کرتی رہی ہیں۔ ضروری ہے کہ ان علماء کرام کو بھی بھرپور وظائف دیئے جائیں۔

کیا سات سو سال تک امت کے یہ فقہاء یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا حصہ بنتے رہے

اس سفاہت کو کیا نام دیا جائے سوائے اس کہ

اب سنگ مداوا ہے اس اشفتہ سری کا

اذان

شوکانی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں

[بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ]

الْحَدِيثُ صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: ثَبَتَ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ لِعُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ: وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا

اذان پر اجرت کی ممانعت کا بیان

اس باب میں شوکانی سب سے پہلے عثمان بن ابی العاص کی روایت لائے ہیں کہ ایسا موذن مقرر کرو جو اجر نہ لے -اس کے بعد أَبِي مَحْذُورَةَ کی اذان والی روایت کا ذکر کیا جس میں چاندی کی تھیلی کا ذکر ہے اور کہا کہ موذن عامل نہیں ہے

اس کے بعد کہا کہ

أَنَّ قِصَّةَ أَبِي مَحْذُورَةَ أَوَّلَ مَا أَسْلَمَ؛ لِأَنَّهُ أَعْطَاهُ حِينَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ وَذَلِكَ قَبْلَ إسْلَامِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ فَحَدِيثُ عُثْمَانَ مُتَأَخِّرٌ.

بے شک ابی محذورة پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں ان کو تھیلی عطا کی جب اذان سکھائی اور یہ (رائے) اس لئے کہ عثمان بن ابی العاص بعد میں مسلمان ہوئے

اصول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حکم پر عمل کیا جاتا ہے لہذا اذان پر اگر مان بھی لیا جائے کہ چاندی کی تھیلی تحفتا نہیں بلکہ اجرت کے طور پر دی گئی تھی تو بھی وہ عمل منسوخ سمجھا جائے گا

حنبلی فقہ کے ماہر ابن مفلح المتوفی ٨٨٤ ھ کتاب المبدع في شرح المقنع میں لکھتے ہیں

أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَيْهِمَا

اذان پر اجرت لینا اور یہ جائز نہیں کہ اس پر اجرت لی جائے

اس کے بعد کہتے ہیں

وَقَالَ: الْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اہل علم کا اس پر عمل ہے

المغني لابن قدامة المتوفی ٦٢٠ ھ کے مطابق

وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَكَرِهَهُ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ

اور اذان پر اجرت ظاہر المذہب جائز نہیں اور القاسم بن عبد الرحمان ،
اور الْأَوْزَاعِيُّ، اورأَصْحَابُ رائے اور ابْنُ الْمُنْذِرِ اس کو مکروہ جانتے ہیں

محمد بن أحمد بن الحسين بن عمر، أبو بكر الشاشي القفال الفارقيّ، الملقب فخر الإسلام، المستظهري الشافعي (المتوفى: 507ھ) کتاب میں لکھتے ہیں

أخذ الأجرة على الأذان کے تحت لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ ، احمد اور الشَّيْخ أبي حامد جائز نہیں سمجھتے

أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري المتوفى ٤٥٦ ھ کتاب المحلى بالآثار

میں لکھتے ہیں

وَلَا تَجُوزُ الْأُجْرَةُ عَلَى الْأَذَانِ، فَإِنْ فَعَلَ وَلَمْ يُؤَذِّنْ إلَّا لِلْأُجْرَةِ لَمْ يَجُزْ أَذَانُهُ، وَلَا أَجْزَأَتْ الصَّلَاةُ بِهِ

اور یہ جائز نہیں کہ اذان پر اجرت دی جائے اگر ایسا ہو کہ اجرت کے بغیر اذان نہ دے تو اس کے لئے اذان

جائز نہیں اور نہ نماز

امامت

أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي

روضة الطالبين وعمدة المفتين میں لکھتے ہیں

الِاسْتِئْجَارُ لِإِمَامَةِ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَةِ، بَاطِلٌ

پانچ وقت کی فرض نماز پر اجرت باطل ہے

أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري المتوفى ٤٥٦ ھ کتاب المحلی بالآثار

میں لکھتے ہیں

لَا تَجُوزُ الْإِجَارَةُ عَلَى الصَّلَاةِ، وَلَا عَلَى الْأَذَانِ

اذان اور نماز پر اجرت جائز نہیں

مزید حوالہ جات کے لئے دیکھئے[1]

قارئین آپ بھی حیران ہونگے کہ یہ اتنے علماء اور فقہاء کیسے یہودی اور نصرانی سازش کا شکار ہوئے

اصل میں مولوی حضرات ہمیشہ تصویر کا ایک ہی رخ دکھاتے رہے

1

حنفی فقہاء اجرت کے خلاف تھے
مختصر القدوري (الكتاب) مع شرحه اللباب ج ٢ ص ١٠٠ ، المبسوط للسرخسي ج ١ ص ١٤٠ ، وبدائع الصنائع الكاساني
مالکی فقہاء بھی اجرت کے خلاف رہے ہیں دیکھئے
.الذّخيرة للقرافي: 2/ 66، مواهب الجليل للحطاب: 1/ 455 - 456، والخرشي على خليل: 1/ 236
الديباج المذهب لابن فرحون ص: 154، ترتيب المدارك: 2/ 30، شجرة النور الزكية: ص: 74 - 75
حنبلی فقہاء بھی اجرت کے خلاف رہے ہیں
المغني لابن قدامة: 2/ 70، الفروع لابن مفلح: 1/ 323،والإنصاف للمرداوي: 1/ 409
شافعی مسلک کے فقہاء بھی اجرت کے خلاف رہے ہیں
الحاوي للماوردي: 2/ 77 - 78، المهذب للشيرازي: 1/ 59، روضة الطالبين: 1/ 205 - 206

احناف ہی نہیں مالکی ، شافعی ، ظاہری اور حنبلی فقہاء بھی اذان و امامت پر اجرت کے خلاف رہے ہیں اور موجودہ غیر مقلدین سے زیادہ غیر مقلد تو یہ ہیں جنہوں نے اپنے مسلک کے اہم فقہاء کی مخالفت بھی کی ہے

ہمارے نزدیک تو اہم یہ ہے کہ یہ انبیاء کا طریقہ نہیں اور علماء انبیاء کے اگر وارث ہیں تو ان کو ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے